بدھ
۱۹۔ اکتوبر ۱۹۹۴ء

احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

روزنامہ
الفضل
ربوہ
رجسٹرڈ نمبر
ایل ۵۲۵۴
فون: ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی

جلد ۴۴-۷۹ نمبر ۲۳۳ | بدھ۔ ۱۳۔ جمادی الاول ۱۴۱۵ھ '۱۹۔ اخاء ۱۳۷۳ ہش' ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۹۴ء

مخلص کے لئے دعا کرنے کو جی چاہتا ہے

جو خط آتا ہے میں اسے پڑھ کر اس وقت تک ہاتھ سے نہیں دیتا جب تک دعا نہ کرلوں کہ شاید موقع نہ ملے یا یاد نہ رہے۔ مگر دعا دو قسم کی ہوتی ہے جو اس کوچہ میں داخل ہووے وہی خوب سمجھتا ہے۔ ایک معمولی۔ ایک شدت توجہ سے۔ اور یہ آخری صورت ہر دعا میں میسر نہیں آتی۔ سوز اور قلق کا پیدا ہونا اپنے اختیار میں نہیں کوئی مخلص ہو تو اس کے لئے خود ہی دعا کرنے کو جی چاہتا ہے۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

خدائے تعالیٰ نے یہ بات میرے دل میں ڈالی ہے اور میری فطرت میں رکھ دی ہے کہ جب کوئی دوست مجھ سے جدا ہونے لگتا ہے مجھے سخت قلق اور درد محسوس ہوتا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ خدا جانے زندگی کا بھروسہ نہیں۔ پھر ملاقات نصیب ہوگی یا نہیں پھر میرے دل میں خیال آجاتا ہے کہ دوسروں کے بھی تو حقوق ہیں۔ بیوی ہے' بچے ہیں اور اور رشتہ دار ہیں۔ مگر تاہم جو چند روز بھی ہمارے پاس رہتا ہے اس کے جدا ہونے سے ہماری طبیعت کو صدمہ ضرور ہوتا ہے۔ ہم بچے تھے اب بڑھاپے تک پہنچ گئے ہیں ہم نے تجربہ کرکے دیکھا ہے کہ انسان کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں بجز اس کے کہ انسان خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرلے۔

ساری عقدہ کشائیاں دعا کے ساتھ ہو جاتی ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں بھی اگر کسی کی خیر خواہی ہے تو کیا ہے۔ صرف ایک دعا کا آلہ ہی ہے جو خدا نے ہمیں دیا ہے کیا دوست کے لئے اور کیا دشمن کے لئے۔ ہم سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ نہیں کرسکتے۔ ہمارے بس میں ایک ذرہ بھر بھی نہیں ہے مگر جو خدا ہمیں اپنے فضل سے عطا کردے۔

(ملفوظات جلد سوم ص ۱۳۲)

ہمیں حکم ہے کہ اپنے رب کی طرف جھکو

(حضرت امام جماعت احمدیہ الثالث)

دنیا میں جس چیز پر چاہو نگاہ ڈالو۔ سورج چاند اور آسمانوں کے ستارے' درخت' جھاڑیاں اور پھولوں کے پودے۔ لعل و جواہر' زمرد' یاقوت' کوئلے کا پتھر یا چونے کا پتھر یا زمین کے سارے ذرے اور ان ذروں میں چھپی ہوئی ایٹمی توانائی۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ نے مسخر کی ہوئی ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی اس تسخیر کے نتیجہ میں وہی کام کرتی ہے جس کا اس کا پیدا کرنے والا ارادہ کرے اور جس کا وہ فیصلہ کرے اور یہ خادم رب یہ کسی انسان کو کوئی مضرت اور کوئی دکھ اور کوئی ایذا نہیں پہنچا سکتے جب تک کہ اس کا ارادہ دکھ پہنچانے یا ایذا دینے یا مشقتوں میں ڈالنے کا نہ ہو اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ہر چیز کو انسان کے لئے مسخر کیا گیا ہے۔ یہ تمام اشیاء یہ تمام چیزیں (چھوٹی ہوں یا بڑی) جن کی حقیقت کو ایک حد تک ہم نے سمجھا اور ان کا علم حاصل کیا ہے یا ان کی وہ طاقتیں اور صفات جو ان میں پوشیدہ ہیں اور ہم پر ظاہر نہیں ہوئیں انسان کی خدمت پر لگائی گئی ہیں۔ پس اصل ذات اللہ ہی کی ہے جو انسان کی ربوبیت تو کرنا چاہتا ہے اور اس نے یہ حکم بھی جاری کیا ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر کسی شخص کی ترقی (روحانی و جسمانی) میں اس کی پیدا کردہ کوئی چیز روک نہ بنے لیکن بہت سے ایسے بدقسمت انسان بھی ہوتے ہیں جو اپنے ہی کئے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کو ناراض کرلیتے ہیں اور ہر وہ چیز جسے اللہ تعالیٰ نے اس کی خدمت پر لگایا ہوتا ہے۔ وہی ایذا کے درپے ہو جاتی ہے۔ وہ اسے دکھ پہنچانے لگتی ہے اسے زندگی اور حیات سے دور کر دیتی ہے اور اسے نور سے کھینچ کر اندھیروں میں لے جاتی ہے۔ اسے خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں داخل نہیں ہونے دیتی بلکہ شیطان کے پیچھے اسے لگا دیتی ہے۔ جسمانی دکھ یا تکالیف ہوں یا روحانی طور پر ناکامیاں اور نامرادیاں ہوں یہ سب اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور منشاء اور اس کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق ہی ہوتے ہیں۔

پس ہمیں حکم ہے کہ اپنے رب کی طرف جھکو۔ اس سے یہ التجا کرو کہ تیری ربوبیت تامہ سے ہم کامل فیض حاصل نہیں کرسکتے جب تک کہ تیری حفاظت میں نہ آجائیں جب تک کہ تیری نصرت اور تیری مدد ہمارے شامل حال نہ رہے۔ جب تک کہ تو ہمیں اپنی رحمت سے نہ نوازتا رہے۔

(از خطبہ ۴ اکتوبر ۱۹۶۸ء)

نکاح

○ مورخہ ۲۲۔ جولائی ۹۴ء بروز جمعۃ المبارک بوقت عصر بیت المبارک ربوہ میں محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے عزیز مکرم حبیب الرحمان مرزا صاحب کمپیوٹر انجینئر ابن مکرم مرزا لطف الرحمان صاحب مربی جماعت احمدیہ اور عزیزہ مکرمہ عائشہ صدیقہ احمد صاحبہ بنت مکرم منصور احمد صاحب کے نکاح کا اعلان فرمایا۔ عزیز حبیب الرحمان مرزا صاحب حضرت بھائی مرزا برکت علی صاحب آف قادیان (رفیق بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کے پوتے ہیں اور محترم مرزا برکت علی صاحب (وفات یافتہ) آف ابادان (داماد حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی۔ کے نواسے ہیں۔ جبکہ عزیزہ عائشہ صدیقہ احمد صاحبہ پروفیسر مولوی عبدالباقی صاحب بھاگلپوری (وفات یافتہ) کی نواسی ہیں اور محترم عبدالقدیر صاحب بھاگلپوری (وفات یافتہ) کی پوتی ہیں۔ (نیز رشتہ میں حضرت پروفیسر علی احمد صاحب بھاگلپوری رفیق حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی پڑپوتی لگتی ہیں)

احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ دونوں خاندانوں کے لئے مثمر بثمرات حسنہ بنائے اور ہر لحاظ سے مبارک فرمائے۔

درخواست دعا

○ مکرم منور احمد صاحب ابن مکرم محمد دین صاحب ربوہ کئی دنوں سے گلاب دیوی ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں۔ ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے درخواست دعا ہے۔

○ محترمہ ثریا لطیف صاحبہ اہلیہ مکرم لطیف الرحمان سنوری صاحب (رومی ٹریولر) کراچی بعارضہ قلب و ہائی بلڈ پریشر بیمار ہیں اور آج کل بغرض علاج امریکہ گئی ہیں۔ ان کی صحت کاملہ، عاجلہ کے لئے درخواست دعا ہے۔

۱۹- اخاء- ۱۳۷۳ ہش ۔ ۱۹- اکتوبر ۱۹۹۴ء

کاش یہ رسہ کشی بند ہو جائے

سیاست ' ڈپلومیسی ' بیوروکریسی ' یہ الفاظ اتنے بدنام ہو چکے ہیں کہ یوں لگتا ہے کہ ان کی اصلیت تاریک کمبلوں کے نیچے چھپ گئی ہے۔ سیاست کو عام طور پر دھوکے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح کسی کو چکر دینے کے لئے ڈپلومیسی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اچھے اور درست کاموں میں روک بننے کے لئے بیوروکریسی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کی حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ سیاست نام ہے کاروبار ملک و قوم کا اور وطن کے ہر شہری کی بہبود کے لئے کچھ نہ کچھ کر گزرنے کا۔ ایسے حالات پیدا کرنے کا کہ ہر شخص امن و سکون کی زندگی بسر کر سکے۔ خوش رہے اور خوش حال ہو سکے۔ آخر لوگ ووٹ دے کر لوگوں کو آگے لاتے ہیں تو ان کا مقصد یہ تو نہیں ہوتا کہ ان کی تخریب کا سامان کیا جائے۔ وہ تو اپنی بہبود کے لئے لوگوں کو ووٹ دیتے ہیں۔ جسے اچھا سمجھتے ہیں اسے آگے لاتے ہیں اور پھر اس سے توقع کرتے ہیں کہ وہ ان کی زندگی کے جملہ شعبوں میں ان کی بہبود کے کام آئے۔ ڈپلومیسی دراصل حکمت عملی کا نام ہے۔ اور وہ کون سا موقعہ ہے جب حکمت عملی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ حکمت عملی کا مطلب یہ ہے کہ ایسے رنگ میں کام کیا جائے جو مفید ثابت ہو۔ جس سے نقصان کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ اور کسی کو ضرر نہ پہنچے۔ نہ اپنے آپ کو نہ دوسروں کو۔ اسی کا نام حکمت عملی ہے۔ اور حکمت عملی دوسرے لفظوں میں ڈپلومیسی ہی کو کہتے ہیں۔ اور اگر حکمت عملی کی ہر جگہ ضرورت ہے تو معلوم ہوا کہ ڈپلومیسی نہایت اچھی چیز ہے۔ بیوروکریسی قوانین کے لاگو کرنے کے لئے اور یہ دیکھنے کے لئے ہے کہ حکومت کی مشینری جس پر سارے ملک کا دارومدار ہے صحیح طور پر چل رہی ہے۔ بیوروکریسی کا لفظ بدنام اس لئے ہوا کہ بعض لوگوں کے کام بعض قوانین کے مطابق ان کی مرضی سے نہیں ہوتے۔ وہ فوری طور پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس میں روک ڈالی جا رہی ہے۔ اور اسی روک کا نام انہوں نے بیوروکریسی رکھ لیا ہے۔ بعض اوقات اسے سرخ فیتہ بھی کہتے ہیں۔ قوانین تو اس لئے بنائے جاتے ہیں کہ ان کے مطابق کام کیا جائے۔ جلدی ہو سکے تو بہتر۔ اگر قانون کے مطابق دیر لگنی ہو تو دیر کو برداشت کیا جائے۔ لیکن جو لوگ ایسا نہیں کر سکتے وہ بیوروکریسی کو بدنام کرتے ہیں۔ یہ بات بھی کچھ غلط نہیں ہے کہ چونکہ کاروبار حکومت زیادہ تر بیوروکریسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ قوانین انہوں نے ہی لاگو کرنے ہوتے ہیں۔ اس لئے بعض اوقات بعض لوگ غلط راستہ بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر ایک مچھلی جل کو گندہ کرتی ہے تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ سب مچھلیوں کو برا کہا جائے۔ بلکہ یہ کہنا شروع کر دیا جائے کہ مچھلی ہے ہی بری چیز۔ بیوروکریسی میں بھی یقیناً بعض لوگ ایسے ہوں گے جو کام صحیح طور پر نہیں کرتے ' وقت پر نہیں کرتے ' بے وجہ روکیں ڈالتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیوروکریسی کے لفظ ہی کو بدنام کر دیا جائے۔

ہم نے یہ بات کئی دفعہ دہرائی ہے کہ کسی شخص کا چاہے سیاست سے کوئی تعلق بھی نہ ہو سیاست کا اس سے ضرور تعلق ہے۔ وہ خود سیاست پر اثر انداز نہیں ہو سکتا نہ ہی ہونا چاہتا ہے اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو نہ سیاسی سمجھتا ہے نہ سیاسی بننے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن جہاں تک سیاست کا تعلق ہے وہ اس پر اثر انداز ہو گی۔ بیرونی ممالک سے تجارت ' اپنے ملک میں انڈسٹری اور دیگر امور ایسے ہیں کہ ان سے ہر فرد بشر متاثر ہوتا ہے اور قانون جو حکومت بناتی ہے ہر پالیسی جو وہ اختیار کرتی ہے۔ وہ کسی خاص فرقے ' کسی خاص مسلک ' کسی خاص گروہ ' کسی خاص سیاسی پارٹی کے لئے نہیں ہوتا۔ وہ تو سب کے لئے ہوتا ہے۔ سب متاثر ہوتے ہیں۔ جو قانون بھی حکومت بناتی ہے اس سے میں آپ اور ہم سب متاثر ہوتے ہیں۔ گویا کہ دوسرے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ باوجود اس کے کہ ہم سیاسی نہیں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سیاست ہم پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ اسی ناطے ہمارا یہ بات کہنے کو جی چاہتا ہے کہ اس وقت پاکستان میں جو رسہ کشی ہو رہی ہے۔ وہ سیاسی لوگوں کو بھی متاثر کرتی ہے اور غیر سیاسی لوگوں کو بھی۔ یعنی ان لوگوں کو بھی جو باقاعدہ اس رسہ کشی میں حصہ لے رہے ہیں ' چاہے ان کے حصہ لینے کی مقدار کم ہو یا زیادہ ہو اور وہ لوگ بھی جنہیں سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ سیاست سے الگ تھلگ رہ کے نہ سیاست کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں نہ سیاست کی کسی پالیسی کے مطابق یا مخالف چلتے ہیں۔ اس لئے کہ سیاست کاروبار ملک و قوم ہے اور ملک و قوم میں ہر باشندہ شامل ہے۔ پس آج کل جو رسہ کشی ہو رہی ہے اس کے متعلق ہمارا یہ کہنا کہ کون سچ پر ہے کون جھوٹ پر ' کون درست ہے اور کون غلط ' یہ ہمارا کام نہیں۔ ہم ان باتوں کو سمجھ بھی نہیں سکتے اور ہم ان باتوں کے متعلق اپنے نظریات کا اظہار بھی نہیں کر سکتے لیکن ایک بات ضرور کہنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ یہ رسہ کشی بند ہونی چاہئے۔ سب سیاست دانوں کو مل جل کر ملک کی بہبود کا کام کرنا چاہئے۔ ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں۔ صرف اور صرف دعا اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ملک کے تمام سیاست دانوں کو آپس میں رسہ کشی کا میچ کھیلنے کی بجائے مل جل کر ملک کی بہبود کے لئے کام کرنے کی توفیق دے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

اب فتنہ اٹھاؤ گے تو تم بچ نہ سکو گے
رہ میں مری آؤ گے تو تم بچ نہ سکو گے
کھینچا ہوا خط دیکھ رہے ہو سر رہ تم
آگے اگر آؤ گے تو تم بچ نہ سکو گے

ابوالاقبال

شمع اور پروانے

کچھ تو آتا ہے نظر شمع میں پروانوں کو
ورنہ کرتے نہ کبھی اس پہ فدا جانوں کو

سیکھنا عشقِ حقیقی کا سلیقہ ہو اگر
دیکھ لے شمع پہ جلتے ہوئے پروانوں کو

مال و جاں نذر کرو بہرِ رضائے مولیٰ
یہ سبق ملتا ہے پروانوں سے انسانوں کو

راہِ حق سے ہیں وہی لوگ بھٹکتے پھرتے
جو بھُلا دیتے ہیں اللہ کے فرمانوں کو

صحبتِ بد سے رہو بچ کے ہمیشہ پیارو
دو نہ بھکانے کا موقع کبھی شیطانوں کو

بدلہ احسان کا احساں میں ہی دینا سیکھو
شیوہ مومن کا نہیں بھولنا احسانوں کو

جانے کیوں اپنا نہ سمجھا کبھی اپنوں نے ہمیں
ہم نے تو اپنا سمجھ رکھا ہے بیگانوں کو

گر بصیرت ہی نہیں تجھ میں تو ایماں بھی نہیں
دولت ایمان کی ملتی نہیں نادانوں کو

لوگ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ازراہِ عناد
دشتِ پُر خار ہی کہتے ہیں گلستانوں کو

چھیڑ مت عہدِ گزشتہ کے فسانے صدّیق
ہم بھی سینے میں لئے بیٹھے ہیں طوفانوں کو

محمد صدیق امرتسری

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ- پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی - ربوہ
قیمت دو روپیہ

ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع

افکارِ عالیہ

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع فرماتے ہیں:-

سورۃ فاتحہ سے متعلق گذشتہ چند خطبوں میں ذکر چلتا رہا ہے کہ کس طرح یہ نماز کا سلیقہ سکھاتی ہے۔ عبادت کے گر بتاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق کا ذریعہ بنتی ہے اور پھر بنی نوع انسان سے تعلق کا بھی ذریعہ بنتی ہے۔ اس لئے اس سورۃ پر محض سرسری نظر نہیں ڈالنی چاہئے بلکہ ہر نماز میں پڑھتے وقت بڑے غور سے اس کے مضامین سے گذرنا چاہئے اور انہیں اپنے نفس پر ساتھ ساتھ اطلاق کرتے چلے جانا چاہئے اور سورۃ فاتحہ کے آئینے میں اگر انسان اپنی تصویر دیکھنے کی عادت ڈال لے تو اس سے بہتر آرائش کا اور کوئی ذریعہ سوچا نہیں جاسکتا کیونکہ یہ سب سے سچا آئینہ ہے۔ اس سے بہتر حق کے ساتھ آپ کو آپ کی تصویر دکھانے والا اور کوئی آئینہ نہیں۔

اس ضمن میں الحمد کا جو مضمون پہلے بیان ہوتا رہا ہے اس میں میں نے بڑی وضاحت کے ساتھ جماعت کو یہ سمجھایا تھا کہ ہم کہتے تو یہ ہیں کہ (ہر قسم کی تعریف کا اللہ ہی مستحق ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے) یعنی تمام تر حمد "کلیتہ" ہر قسم کی کامل حمد صرف اللہ کے لئے ہے اور کسی کے لئے نہیں اور جو حمد کسی کو نصیب ہوتی ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ملتی ہے۔ اس ضمن میں میں نے دنیا کے روزمرہ کے مشاہدات آپ کے سامنے رکھے اور سمجھایا کہ کہتے تو ہم یہی ہیں لیکن بالعموم روزمرہ کی زندگی میں خدا کی تخلیق کی حمد میں تو ڈوب جاتے ہیں لیکن خالق کی حمد کا ہمیں خیال نہیں رہتا۔ پھول سے محبت کریں گے۔ گلشن سے محبت کریں گے۔ اچھے مکانوں سے محبت کریں گے حسن سے محبت کریں گے خواہ وہ بے جان حسن ہو یا جاندار حسن ہو۔ رعب اور طاقت سے محبت کریں گے مگر ان کے پیچھے جو ذات جلوہ فرما ہے اس کا دھیان روزمرہ کی زندگی میں انسان کو نہیں آتا تو ایسا انسان جب پانچ وقت یا اس سے بہت زیادہ مرتبہ ہر نماز میں کئی رکعتوں میں (ہر قسم کی تعریف کا اللہ ہی مستحق ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے) کا اقرار کرتا ہے اور اثبات کرتا ہے تو اس اثبات اور اقرار میں کوئی خاص حقیقت نہیں ہوتی۔ باوجود اس کے کہ وہ یہ کہنے میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوتا لیکن یہ آواز اس کی روزمرہ کی زندگی کا مظہر نہیں۔ اس کی روزمرہ کی زندگی کی تصویر نہیں کھینچ رہی۔

اس ضمن میں آج خصوصیت کے ساتھ اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں (مجھے یاد نہیں کہ پہلے اس مضمون پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی کہ نہیں) خدا تعالیٰ کی حمد کی راہ میں سب سے بڑی روک نفس انسانی کی طرف سے پیدا ہوتی ہے اور سب سے بڑا بت ہر انسان کے اندر موجود ہے کیونکہ باہر کی دنیا کی حمد میں انسان غفلت کے نتیجے میں بسااوقات خالق کی حمد سے غافل ہو جاتا ہے لیکن نفس کا بت ایسا ہوتا ہے جو باقاعدہ شرک کے خیالات پیدا کرنے والا ہے اور اس سے بڑا اور کوئی بت نہیں جو خدا کے مقابل پر الوہیت کا دعویٰ کرے اور اگر آپ روزمرہ کی زندگی میں اپنے نفوس کا اپنی نیتوں کا تجزیہ کریں تو آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ موحد ہوتے ہوئے بھی بسااوقات جب آپ (-) کہتے ہیں کہ تمام تر حمد صرف اللہ ہی کے لئے ہے تو دل کے گوشے سے ایک آواز اٹھتی ہے۔ (-) سب حمد تو میرے لئے ہے اور میرے لئے ہے۔ چنانچہ یہ آواز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ لیکن فی الحقیقت یہ آواز ہے جو روزمرہ کے تجارب میں انسان اگر توجہ سے کوشش کرے تو سن سکتا ہے۔ مثلاً ایک اچھی آواز والا گویا ہے۔ جب وہ مجمع کے سامنے بہت خوبصورت آواز میں خوش الحانی کے ساتھ نظم پڑھتا ہے تو وہ داد جو اس کو ہر طرف سے ملتی ہے اس کو اپنے نفس میں اس قدر مطمئن کر رہی ہوتی ہے، اس قدر اس کو لذت عطا کر رہی ہوتی ہے کہ اس وقت اس کا خدا خود اس کا نفس بن چکا ہوتا ہے اس کا ذہن کبھی اس طرف نہیں جاتا یہ کہنا چاہئے کہ اکثر نہیں جاتا کہ یہ آواز کیسے پیدا ہوئی؟ کس نے اس کو عطاء کی؟ اگر اس کی ذاتی کوشش کا اس میں کتنا دخل ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عطاء کا کتنا دخل ہے؟ اگر اس مضمون کی طرف توجہ مبذول ہو تو ہر گویے کی خود اپنی نظر میں کوئی بھی حیثیت باقی نہ رہے۔ ایک ایسے خاندان میں پیدا ہونا جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھا گلا عطا کیا گیا ہو۔ ایسے ماحول میں پیدا ہونا جہاں آواز کو مزید مانجھ کر اور صیقل کرکے زیادہ خوبصورت اور دلکش بنایا جا سکتا ہو یعنی ایسے ذرائع مہیا ہونا۔ ان بیماریوں سے پاک رہنا جو گلے کو خراب کرتی ہیں اور آواز کو تباہ کر دیتی ہیں۔ یہ ساری باتیں بھی قابل غور ہیں مگر سطحی ہیں۔ ان سے اور نیچے اتر کر جب آپ صوتی نظام کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ کس طرح ہر انسان کے گلے میں خدا تعالیٰ نے ایک صوتی نظام قائم فرمایا ہوا ہے جو اربوں سال کے عرصے میں ترقی کرکے یہاں تک پہنچا ہے اس مانجھنے اور صیقل کرنے اور اسے چمکانے اور اس کی صلاحیتوں کو مزید اجاگر کرنے میں ہزارہا زندگی کی نسلیں اس سے پہلے آپ نے اپنے اپنے دور طے کرنے کے بعد ماضی کا حصہ بن گئیں اور کسی کو علم نہیں کہ ان تجارب میں جو قدرت نے ان کے ساتھ کئے' کیا کیا کارروائیاں آواز کے نظام کو مکمل کرنے کے لئے کی گئیں۔ جو جاندار ہمیں آج دکھائی دیتے ہیں ان کی زندگی کا آغاز سے لے کر اب تک کا مطالعہ بھی ہمیں بہت کچھ سبق دیتا ہے اور انسان یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ کس طرح آواز کا آغاز ہوا حالانکہ اس سے پہلے یہ کائنات بالکل خاموش تھی۔ زندگی موجود تھی لیکن زندگی کا ایک جزو زندگی کے دوسرے جزو تک آواز کے ذریعہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔

یہ مضمون پہلے بھی میں نے اس حد تک بیان کیا ہے لیکن اب میں اس تعلق میں بتانا چاہتا ہوں کہ ہر وہ شخص جس کو خدا تعالیٰ نے اچھی آواز عطا کی ہے' اگر اس کا ذہن ان چیزوں کی طرف کبھی منتقل نہ ہو اور ہمیشہ اپنی ہی تعریف میں ڈوب جایا کرے تو اس کے دل سے ایک بت پیدا ہونا شروع ہو جائے گا جو مزید طاقت ور ہوتا چلا جائے گا اور اس کے باقی وجود پر بھی قابض ہو جائے گا کیونکہ شرک کا بت اپنے دائرے تک محدود نہیں رہا کرتا پھیلتا ہے اور بڑھتا ہے اور زیادہ طاقت ور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک اچھا مقرر ہے جب وہ بہت اچھی تقریر کرتا ہے اور داد پاتا ہے یا ایک اچھا شاعر جسے خدا توفیق دیتا ہے کہ اپنے خیالات کو نہایت لطافت کے ساتھ شعروں کو خوبصورت کوزوں میں بند کرکے دنیا کے سامنے پیش کرے تو عموماً یہی مضمون دوہرایا جاتا ہے جس کا میں پہلے آواز کے سلسلے میں ذکر کرچکا ہوں۔

ایک اچھا مصوّر ہے۔ ایک اچھا معلّم ہے۔ ایک اچھا صناع ہے غرضیکہ انسان کے اندر خدا تعالیٰ نے جتنی صلاحیتیں پیدا فرمائی ہیں خواہ وہ جسمانی ہوں، علمی عقلی ہوں یا قلب سے تعلق رکھنے والی ہوں ان سب پر یہی مضمون صادق آتا ہے کہ ہر انسان بالآخر اپنی مدح میں ڈوب جاتا ہے اور ایسا شخص جب بار بار خدا کے حضور یہ اقرار کرتا ہے کہ (ہر قسم کی تعریف کا اللہ ہی مستحق ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے) تو اس کی روزمرہ کی زندگی کا اس اقرار سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ پس جب نماز پڑھتے ہوئے آپ (ہر قسم کی تعریف کا اللہ ہی مستحق ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے) کہتے ہیں تو اس آئینے میں اپنی صورت دیکھا کریں اور غور کیا کریں کہ آپ کے روزمرہ کے زندگی کے تجارب میں کتنی مرتبہ عملاً آپ نے واقعی حمد خدا ہی کے حضور پیش کر دی۔ جو حمد بنی نوع انسان نے آپ کے حضور پیش کی آپ نے اسے اپنا نہیں سمجھا بلکہ کامل عاجزی اور انکسار کے ساتھ (تمام زبانی۔ بدنی، روحانی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں) کہتے ہوئے اس حمد کو خدا ہی کے حضور پیش کر دیا کیونکہ سب تحفے اسی کے حضور پیش کرنے کے لائق ہیں اور خود اس حمد سے خالی نہیں رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس حمد کو ہمیشہ بڑھا کر واپس کرتا ہے جو اس کے حضور پیش کی جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں انسان واقعی لائق حمد بننا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر جو اس کی حمد کی جاتی ہے وہ خدا کی آواز کے ساتھ حمد کی جاتی ہے۔ خدا کی آواز دلوں میں حرکت پیدا کرتی ہے۔ خدا کی آواز ذہنوں پر قابض ہوتی ہے اور بنی نوع انسان سے ایسے شخص کی حمد کے جو گیت اٹھتے ہیں وہ اسے محمود اور محمد بنا دیتے ہیں اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا نام محمد رکھنے میں یہ ایک بہت بڑی حکمت تھی کہ آپ نے اپنی تمام حمد ساری زندگی ہمیشہ کلیتہ "خدا کے حضور پیش کی اور آپ ہمیشہ حمد سے خالی ہوتے چلے گئے اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو محمد بنا دیا۔ پس احمد محمد میں تبدیل ہوتے ہیں اگر وہ خالص ہوں اور سچے ہوں اور مخلص ہوں اور احمد کے طور پر خدا کی حمد کریں اور اپنا بت بیچ میں حائل نہ ہونے دیں۔

اس نقطہ نگاہ سے (ہر قسم کی تعریف کا اللہ ہی مستحق ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے) کا مضمون انسانی تربیت کا ایک بہت ہی لمبا سلسلہ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے اور یہ سلسلہ ساری زندگی ختم نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مضمون ایسا باریک ہے اس کے بعض پہلو انسانی نظر سے ایسے مخفی رہتے ہیں کہ ساری زندگی کی محنت اپنے آپ کو اپنی حمد سے پاک کرنے کے لئے درکار ہے اور اس کے باوجود بھی انسان اس مقام محمود کو حاصل نہیں کر سکتا جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کو عطا ہوتا ہے۔ اس لئے دعا کے ساتھ مدد مانگتے ہوئے انسان کو نفس کا یہ جہاد ہمیشہ جاری رکھنا چاہئے۔

(ذوقِ عبادت اور آدابِ دعا ص ۱۱۵ تا ۱۱۹)

ہماری روح ایک چیز کے طلب کرنے میں بڑی سرگرمی اور سوزوگداز کے ساتھ مبدء فیض کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور اپنے تئیں عاجز پاکر فکر کے ذریعہ سے کسی اور جگہ سے روشنی ڈھونڈتی ہے تو درحقیقت ہماری وہ حالت بھی دعا کی ایک حالت ہوتی ہے۔ اسی دعا کے ذریعہ سے دنیا کی کل حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں اور ہر ایک بیت العلم کی کنجی دعا ہی ہے۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

نسیم سیفی

کاغذی ہے پیرہن

حضرت امام جماعت الثالث کے ایماء پر ربوہ میں ایک انجمن صحافیان تشکیل دی گئی تھی جس میں الفضل' الفرقان' انصاراللہ' خالد' تشحیذ الاذہان' تحریک جدید' البشریٰ اور ریویو آف ریلیجنز۔ کے ایڈیٹر صاحبان اور ان میں سے بعض کے مینیجر صاحبان مثلاً الفضل کے مینیجر صاحب گیانی عباداللہ صاحب اس انجمن کے رکن تھے۔ چندہ ہر اخبار یا رسالے کے چندہ کے برابر سال میں ایک دفعہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ ہرماہ اس کی ایک نشست ہوتی تھی۔ اس مہینے ایک صحافی کے گھر اور اگلے مہینے کسی اور صحافی کے گھر۔ اور اس طرح تمام صحافیوں کا چکر پورا کیا جاتا تھا۔ اسی انجمن کے ماتحت المنبر فیصل آباد کے ایڈیٹر مولانا عبدالرحیم اشرف صاحب کو چائے کی دعوت دی گئی۔ محترم محمد طفیل صاحب مدیر نقوش کو مدعو کیا گیا۔ اور سرگودھا کے نائب انفریشن آفیسر ناطق صاحب کو بھی ایک دفعہ دعوت پر بلانے کا موقعہ ملا۔

حضرت امام جماعت الثالث نے ۶۵ء کی جنگ کے بعد اس خیال کا اظہار فرمایا کہ ہمارے صحافیوں کو یہ محاذ جا کر دیکھنے چاہئیں۔ چنانچہ ۱۸۔ نومبر ۱۹۶۵ء کو محترم شفیق قیصر صاحب چھمب گئے تاکہ چھمب جوڑیاں دیکھنے کے لئے پرمٹ حاصل کیا جائے۔

چنانچہ یہ پرمٹ ہمیں مل گیا اور ہم ۲۲۔ نومبر کو چھمب جوڑیاں کے لئے روانہ ہوگئے۔ اس وفد کے سربراہ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب تھے اور اس کے اراکین محترم ملک سیف الرحمان صاحب مکرم مسعود احمد صاحب دہلوی۔ مکرم محمد شفیق صاحب قیصر اور خاکسار نسیم سیفی۔ اس دورے کے دوران ہم فوجیوں سے ملے بھی اور اس علاقے میں مخالف پارٹی یعنی بھارت کے فوجیوں کی لاشیں پڑی ہوئی بھی دیکھیں۔ یہاں پر بھارت نے خاصا زور دار حملہ کیا تھا۔ لیکن انہیں پیچھے دھکیل دیا گیا۔ ایک جگہ دو چار دکانوں میں سے ایک دکان پر بم گرا تو ہم نے دیکھا کہ اس کی عقبی دیوار پر ایک بہت بڑا سوراخ پیدا ہو گیا ہے یہ دریائے توی معلوم نہیں کہ اسے دریا کہا جائے یا نالہ کہ بہت لمبا چوڑا تو نہیں تھا۔ پانی بھی اس میں کم تھا۔ ہم اس میں سے گذرے اور یوں لگتا تھا کہ ہنستے کھیلتے گزرے کیونکہ اسی جگہ پر محترم ملک سیف الرحمان صاحب نے یہ بات پیش کی عجیب بات ہے کہ بعض الفاظ لگتے تو کسی چھوٹی چیز کا نام ہیں لیکن انہی کی ایک دوسری صورت بڑی چیز کا نام بن جاتی ہے مثلاً کہنے لگے توا۔ توا تو ایک چھوٹی سی چیز ہے۔ چولھے پر رکھ کر روٹی پکاتے ہیں اور توی آپ نے فرمایا دیکھئے توی کتنا بڑا ہے۔ ایک دریا یا ایک بہت بڑا نالہ۔ جو آپ کہنا چاہیں لیکن بہرحال توا جو بڑا معلوم ہونا چاہئے چھوٹا ہے اور توی جو چھوٹی ہونی چاہئے وہ بڑی ہے اسی طرح کے بعض اور الفاظ بھی سامنے آئے۔

اس علاقہ میں ہم خاصی دیر تک گھومے پھرے۔

ایک تصویر جو اس وقت پیش نظر ہے وہ اس جگہ پر لی گئی جہاں ایک بورڈ آویزاں تھا جس پر لکھا ہوا تھا۔ یہاں سے مفتوحہ علاقہ شروع ہوتا ہے۔ اس بورڈ کے ایک طرف حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب اور محترم مسعود دہلوی صاحب کھڑے ہیں اور دوسری طرف ملک سیف الرحمان صاحب کھڑے ہیں اور خاکسار اور درمیان میں محترم شفیق قیصر صاحب بیٹھے ہیں اور ایک اور نوجوان جو اس وقت یاد نہیں آرہے اور تصویر سے بھی پہچانے نہیں جا رہے وہ بیٹھے ہیں۔ یہ بڑا یادگاری بورڈ ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ ہم نے جیتی تھی اور صرف اس طرح نہیں جیتی تھی کہ دشمن کو پیچھے دھکیل دیا تھا بلکہ دشمن کی سرزمین کا کچھ حصہ اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ اسی لئے یہاں یہ بورڈ لگا ہوا ہے کہ یہاں سے مفتوحہ علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس علاقے کو فتح کرنے سے پہلے یہاں خاصی دہشت پھیلائی گئی تھی۔ یعنی دشمن کی طرف سے۔ جب ہم نے بعض لوگوں سے ان کے گھروں میں جا کر باتیں کیں تو وہ کہنے لگے کہ جب دشمن حملہ آور ہو رہا تھا تو شروع شروع میں ہمیں بھاگنے کی جگہ نہیں ملتی تھی۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ ہم کہاں جائیں اور کون سی جگہ کو محفوظ سمجھیں لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور ہماری فوجوں نے دشمن کو پیچھے بھی دھکیل دیا اور ان کا ایک علاقہ بھی حاصل کرلیا۔

اس علاقے کو مکمل طور پر فتح کرنے کی دلیل کے طور پر ایک اور تصویر بھی ہے یہ ایک مندر کی تصویر ہے اور اس کے دروزاہ پر ہندی زبان میں ہندی رسم الخط میں بڑا موٹا سا "اوم" لکھا ہوا ہے' وہ عام طور پر ہر جگہ اوم لکھتے ہیں۔ بعض ہندو طالب علم جو ہمارے ساتھ ہندوستان میں سکول میں پڑھتے تھے۔ ان کے ہاتھوں پر یا ان کی کلائی پر اوم کندہ ہوتا تھا۔ یہ اوم جو اس مندر پر لکھا ہوا ہے۔ نہایت واضح ہے اس وقت جب یہ تصویر لی گئی حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب اس کے کمرے کے دروازے میں کھڑے ہو گئے میں ان کی بائیں جانب دروازے میں نیچے کھڑا ہوں۔ اور بعض دوست سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ بھی ایک پختہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ علاقہ واقعی فتح کیا گیا تھا۔

جن فوجیوں سے ہماری ملاقات ہوئی ان کے حوصلے بہت بلند تھے اور ان کا کہنا تھا کہ اگر ہمیں تھوڑا سا اور وقت ملتا تو ہم بہت آگے بڑھ گئے ہوتے۔

۴۔ دسمبر کو حضرت امام جماعت نے اسی وفد کو تھوڑی سے تبدیلی کے ساتھ سیالکوٹ اور چونڈہ بھیجا۔ اس دوسرے وفد میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب محترم ملک سیف الرحمان صاحب محترم چوہدری علی محمد صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ مکرم عطاء المجیب صاحب محترم مسعود احمد صاحب دہلوی اور خاکسار شامل تھے۔ چونڈہ میں ہم ایک میز کے گرد کھڑے ہیں اور مکرم میجر حمید کلیم صاحب جو وہاں متعین تھے وہ ہمیں اس میز پر رکھے ہوئے ایک نقشہ سے سمجھا رہے ہیں کہ جنگ کس طرح لڑی گئی۔ ان کے دفتر کے قریب ہی ایک کنواں تھا جس پر لوہے کا رہٹ تھا۔ اور اس کنویں کے پاس ہی ایک چھوٹا سا کچا کمرہ تھا۔ اس کمرے میں یہ لوگ اپنا کھانا پکاتے تھے۔ میجر صاحب نے بتایا کہ ایک دن بم اس طرح گرا کہ چولہے پر رکھی ہوئی ہنڈیا خاصی دور جا پڑی اور اس کے علاوہ لوہے کا رہٹ اپنی جگہ سے اٹھ کر کچھ فاصلے پر جا گرا۔ کہنے لگے ایسی ہی باتیں دیکھ کر ان کے کرنل صاحب کہا کرتے تھے کہ بچانے والا تو خدا ہے۔ وہ ایک نہایت نڈر انسان تھے اور بمباری کے اوقات میں بھی بعض اوقات گھومتے پھرتے رہتے تھے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ ہمارے اپنے فوجی کس طرح مقابلہ کر رہے ہیں۔

ہم نے میجر صاحب سے پوچھا کہ یہ بات جو ہم سنتے ہیں کہ ہمارے بعض فوجیوں نے سرنگیں اپنے سینوں کے ساتھ باندھ کر دشمن کے ٹینکوں کے آگے لیٹ کر انہیں تباہ کر دیا تھا۔ کیا یہ سچ ہے۔ کہنے لگے جنگوں میں بہت سی افواہیں اڑا کرتی ہیں۔ اور بعض اوقات افواہیں جان بوجھ کر بھی اڑائی جاتی ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص اپنے سینے کے ساتھ سرنگ باندھ کر ٹینکوں کے آگے لیٹ جائے۔ لیکن بہرحال یہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے فوجیوں نے یہاں جو کام کیا ہے وہ قابل داد ہے۔ ہمارے او پی۔ جن درختوں پر بیٹھتے تھے وہاں سے وہ ایسا سیدھا نشانہ لگواتے تھے کہ دشمن حیران تھا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ انہوں نے ہمیں ریلوے سٹیشن دکھایا جس کے دروازے چھلنی ہو چکے تھے۔ کہنے لگے دشمن کی بندوقوں کی گولیوں کے یہ نشان ہیں۔ اسی طرح انہوں نے اور علاقے دکھائے جہاں انہوں نے بعض واقعات بیان کرتے ہوئے پاکستانی فوج پر داد و تحسین کے ڈونگرے برسائے۔ ہم جب یہ باتیں سنتے تھے۔ ہمارے دل بلیوں اچھلتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل ہے کہ اس نے ہمیں ایک بہت بڑے ملک کے مقابلہ میں فتح عطا کی۔ واپسی پر ہم نے ساری کیفیت حضرت امام جماعت الثالث کو سنائی تو حضرت صاحب بھی ہمارے ان دوروں سے بہت خوش ہوئے۔

چھمب جوڑیاں کے علاقے میں ایک مسجد دیکھی جس کے امام پیر چن شاہ تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی نے ان کا انٹرویو ریکارڈ کیا اور انہوں نے مسجد کے ساتھ ہی وہ خندق دکھائی جس میں ہمارے فوجی بیٹھ کر دشمن پر حملہ کرتے تھے۔ کہنے لگے کہ یہ حملے روزانہ کی بات تھی لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس خندق میں بیٹھ کر حملہ کرنے والوں میں سے ایک فرد بھی ضائع نہیں ہوا۔ میں نے کہا ہے کہ توی میں سے ہنستے کھیلتے گذرے۔ حقیقت یہ ہے کہ سارا وقت ہنستے کھیلتے ہی گذرا۔ اس لئے کہ ہم اس موڈ میں تھے کہ یہ علاقہ ہمارے فوجیوں نے فتح کیا ہوا ہے۔ ان میں سے ایک دوست کہنے لگے کہ یہ کیمرہ ذرا مجھے دیجئے جب انہیں کیمرہ دے دیا گیا تو وہ ایک طرف کو چل پڑے اور کافی دور جا کر پیشاب کرنے بیٹھ گئے جب واپس آئے تو کہنے لگے کہ دیکھا اگر یہ کیمرہ میں اپنے ساتھ نہ لے جاتا تو اس بات کا امکان تھا کہ کوئی شخص میری تصویر لے لیتا آپ لوگوں کو تو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوا ہوگا۔ کہ میں نے کیمرہ کیوں لیا ہے بہرحال یہ بھی ان کے مزاح کی حس کا ایک اظہار تھا۔ ورنہ ہم میں سے جو کوئی بھی تصویر لیتا تھا وہ تو ایسی باتوں کی تصویر لیتا تھا جن کا جنگ کے آثار سے تعلق تھا۔ اور چونکہ کیمرہ بھی میرا تھا اس لئے زیادہ تر تصویریں بھی میں نے لیں سوائے اس کے جس گروپ میں مجھے شامل ہونا ہوتا تھا اس کے لئے کیمرہ سیٹ کر کے میں کسی اور کو دے دیتا۔ مثلاً ایک ایسی تصویر ہے جس میں ہم سب فرش زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں مکرم قیصر صاحب نے ایک بڑا سا بریف کیس اپنے پاس رکھا ہوا ہے اور مکرم مسعود احمد صاحب دہلوی حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب محترم ملک سیف الرحمان صاحب اور خاکسار ایک نیم دائرے کے صورت میں بیٹھے ہیں۔ ایسی تصویریں لینے کے لئے کیمرہ سیٹ کر کے کسی اور کو دے دیا جاتا تھا۔ ورنہ باقی سب تصویریں میں نے خود لی تھیں۔

جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ (حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

نسیم سیفی

یہ معانقے

محترم چوہدری محمد صدیق صاحب انچارج خلافت لائبریری جلسہ سالانہ برطانیہ میں شرکت کے لئے انگلستان گئے تھے۔ بیت الفضل میں پہنچے تو اعلان ہو چکا تھا کہ حضرت صاحب کی آمد پر کوئی شخص مصافحہ کرنے کی کوشش نہ کرے۔ عام طور پر حضرت صاحب بیت الفضل میں تشریف لاتے ہیں تو حسب عادت جلدی جلدی قدموں سے محراب میں جا کر نماز شروع کر دیتے ہیں۔ محترم چوہدری محمد صدیق صاحب نے بھی یہ اعلان سنا اور خاموشی سے بیٹھے رہے۔ چونکہ ایسا اعلان انہوں نے پہلی دفعہ سنا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ اعلان سننے کے ساتھ ہی وہ دل مسوس کو رہ گئے ہونگے۔ لیکن حضرت صاحب تشریف لائے۔ محترم چوہدری محمد صدیق صاحب کو دیکھا اور ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا کر لیا۔ مصافحہ کیا اور معانقہ کیا۔

معانقے تو حضرت صاحب ہزاروں افراد کے ساتھ کرتے ہیں اور ہر معانقہ ہر شخص کے لئے ایک خاص اہمیت رکھتا ہے مگر وہ معانقہ جو اس صورت میں کیا جائے کہ اعلان یہ ہو کہ کوئی شخص مصافحہ بھی نہ کرے معانقہ کی تو بات ہی الگ ہے' اس وقت اگر حضرت صاحب از خود ہاتھ پکڑ کر کھڑا کریں اور مصافحہ کرتے ہی معانقہ کریں اور لمبا معانقہ کریں اور حال احوال پوچھیں تو ایسا معانقہ تو یقیناً ایک تاریخی معانقہ کہلا سکتا ہے۔

۱۹۹۰ء میں میں برطانیہ کے جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے حضرت صاحب کے ارشاد پر گیا تھا۔ تو جلسہ کے آغاز ہی میں ابھی سٹیج پر بیٹھنے والے بیٹھے ہی تھے کہ حضرت صاحب کسی انتظار میں فرش پر ہی بیٹھ گئے۔ میں کچھ فاصلے پر تھا۔ عام طور پر میری یہ عادت نہیں کہ میں اپنے آپ کو آگے بڑھانے کی کوشش کروں۔ پیچھے رہتا ہوں۔ جگہ بے شک دور ہی کیوں نہ ملے۔ لیکن اتنا ہی کافی سمجھتا ہوں کہ دیکھ تو رہا ہوں۔ اس موقعہ پر حضرت صاحب جو مجھ سے کچھ فاصلے پر بیٹھے تھے۔ آپ کی نظر مجھ پر پڑی اور بیٹھے بیٹھے ہی آگے بڑھتے ہوئے آپ میرے پاس تشریف لے آئے اور آتے ہی مجھے گلے سے لگا لیا۔ اور فرمانے لگے۔ پردیسی پریتم اول تو معانقے ہی سے بہت کچھ ظاہر ہوتا تھا۔ ایسی محبت جو کبھی کبھی کسی کو ملتی ہے سب کو نہیں۔ اور پھر جب آپ نے پردیسی پریتم کہا تو سچ بات یہ ہے کہ حضرت صاحب مطلب چاہے کچھ ہی ہو مجھے حضرت صاحب کے خود پردیسی ہو جانے پر تھوڑا سا ملال پیدا ہوا اور یوں لگا کہ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یہ پریتم جسے ہم ہر روز ربوہ میں دیکھتے تھے ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو کر لندن پہنچ گیا اور غالباً حضرت صاحب نے اسی جذبہ کے تحت مجھ سے معانقہ کرتے ہوئے پردیسی پریتم فرمایا۔ یہ معانقہ بھی ایسا تھا جسے تاریخی کہا جا سکتا ہے۔

میں اب بھی کبھی کبھی محسوس کرتا ہوں شائد جذبات کی رو میں بہہ کر کہ میں حضرت صاحب کے سینے سے لگا ہوا ہوں اور آپ پردیسی پریتم کہہ کر میری آنکھوں میں چھلکتے آنسو دیکھ رہے ہیں۔ اس میں کیا شک ہے کہ ہمارے لئے یہ باتیں سب سے زیادہ تاریخی اہمیت رکھتی ہیں۔ جب محترم چوہدری محمد صدیق صاحب نے اپنے معانقے کا ذکر کیا تو میرے سامنے وہ منظر گھوم گیا جس کا تعلق میرے اپنے معانقے سے تھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب کو اس کی جزا عطا فرمائے اور ہمیں آپ کے ساتھ مل کر آپ کی قیادت میں خدمت دین کی توفیق دیتا رہے۔ اور آپ کے دل میں ہماری محبت کے جذبات بڑھتے رہیں۔ اس سے بھی بہت زیادہ جتنا کہ بڑھاوا ہمارے اپنے جذبات کو ملے کہ ہمارے جذبات تو کیا چیز ہیں۔ اصل جذبات وہی ہیں جو ہمارے لئے حضرت صاحب کے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور جن کی وجہ سے حضرت صاحب ہم سب کے لئے دعاؤں میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب کو فعال' لمبی' عمر عطا فرمائے اور آپ کے جملہ دینی مقاصد کو احسن طریق پر پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ بات معانقوں کی ہے خدا کرے کہ ایسے معانقے ہمیں ملتے بھی رہیں۔

ہر ایک برکت آسمان سے اترتی ہے

تمہیں دنیا کے کسب اور حرفت سے نہیں روکتا۔ مگر تم ان لوگوں کے پیرو مت بنو جنہوں نے سب کچھ دنیا کو ہی سمجھ رکھا ہے۔ چاہیئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے۔ لیکن نہ صرف خشک ہونٹوں سے بلکہ چاہیئے کہ تمہارا سچ مچ یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے اترتی ہے۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

آپ کا خط ملا

(ایک ماں کا غم)

آج بدھ کا دن تھا اور ۱۴۔ ستمبر بدھ کے دن نصیر کی تدفین ہوئی تھی اس لئے آج پھر اس کی یاد بہت آ رہی تھی چنانچہ سکول سے چھٹی لے کر میں دعا کی غرض سے ربوہ پہنچی ممانی جان کی خواہش تھی کہ جب بشیر صاحب آئیں تو میں ان کو لے کر آپ کے پاس آؤں۔ اسی حکم کی تعمیل کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی۔ جب فیصل آباد سے چلی تھی تو غم سے نڈھال تھی لیکن آپ کی نصائح کے بعد جب واپس ہو رہی تھی تو دل کو کسی حد تک سکون آ گیا تھا۔ اگرچہ جب نصیر کی یاد آتی ہے تو دل کو ہول سے اٹھتے ہیں۔ آپ کے ارشاد کے مطابق اپنے بیٹے کے مختصر حالات لکھ رہی ہوں۔

آہ وہ روشن ستارہ میرا پہلا بیٹا ڈاکٹر نصیر احمد رانا ۳۱۔ مارچ انیس سو باسٹھ کو کوئٹہ میں پیدا ہوا۔ میں نے امام جماعت ثانی کی خدمت میں نام تجویز کرنے کے لئے خط لکھا تو آپ نے از راہ شفقت بچے کا نام نصیر احمد تجویز فرمایا۔ بچہ بیمار رہنے لگا اور مجھے خواب آئی کہ میں نے بچے کا نام تبدیل کر دیا ہے جب حضرت صاحب ثانی کو خط لکھا تو جواب آیا کہ یہی نام رہنے دیا جائے بچے کو اسی نام کے ساتھ شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دس ماہ کی عمر تک نصیر اتنا صحت مند ہو گیا کہ اس کی ڈاکٹر بھی حیران رہ گئی۔ نصیر ایک سال آٹھ ماہ کا تھا جب دوسرا بیٹا پیدا ہوا۔ نومبر کا مہینہ تھا اور کوئٹہ میں سخت سردی' دوسرے بچے کی پیدائش کی وجہ سے اس کی دیکھ بھال نہ ہو سکی اور اسے نمونیہ ہو گیا اس شدت کا بیمار ہوا اور آدھی رات کو حالت اتنی خراب ہو گئی کہ میں بمع اپنے خاوند کے خدا کے حضور سجدہ میں گر گئی ہمارے ہمسائے بھی آواز سن کر آ گئے اور وہ بھی خدا کے حضور سجدہ میں گر گئے اور خدا تعالیٰ نے بچے کو نئی زندگی عطا کی۔ ابھی پانچ سال کا نہیں ہوا تھا کہ سکول میں داخل کرا دیا۔ جب بھی بچے کا پوچھنے جاتی تو اس کی ہیڈ مسٹرس صاحبہ تعریف کرتیں "آپ کا بچہ صرف اپنی تختی پر دھیان رکھتا ہے اور کبھی دائیں بائیں دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا" اس کے بعد صابریہ سراجیہ ہائی سکول سے میٹرک کیا اور سائنس کے مضمون میں اتنے نمبر لئے جو کئی سال تک ریکارڈ رہے۔ سائنس کالج سمن آباد سے اعلیٰ نمبروں پر ایف۔ ایس۔ سی کا امتحان پاس کیا اور کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے M.B.B.S کا امتحان بھی خدا کے فضل سے اعلیٰ نمبروں پر پاس کیا۔ آل پاکستان Viava ہوا تو اس میں سلور میڈل ملا۔ میو ہسپتال لاہور میں ہاؤس جاب کے لئے جتنا میرٹ گورنمنٹ نے مقرر کیا تھا۔ نصیر کے نمبر اس سے کہیں زیادہ تھے۔ ڈاکٹر بننے کے بعد جب فیصل آباد اپنے گھر واپس آیا اور ہسپتال میں بطور میڈیکل آفیسر کام کرنے لگا۔ تو شاید ہی کوئی ایسا مریض ہو جس کو اس کے تجویز کردہ نسخہ سے شفا نہ ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ میں بڑی شفا رکھی تھی اور مریض تجربہ کار ڈاکٹرز کو چھوڑ کر اس بچے کے پاس علاج کے لئے آنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ امریکہ یا کینیڈا جا کر ڈاکٹری میں مزید تعلیم حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا یہ شوق بھی اللہ تعالیٰ نے پورا کیا۔ ملک عبدالحق اعوان صاحب کی صاحبزادی عین الصفاء سے بیٹے کی نسبت ہو گئی اور یکم جنوری ۱۹۹۳ء کو کینیڈا چلا گیا جہاں ۲۳۔ جنوری کو بیٹے کی شادی بڑی دھوم دھام سے سرانجام پائی۔ ۱۳ جولائی ۱۹۹۴ء کو اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹے سے نوازا۔ کینیڈا میں میڈیکل کا امتحان دے رہا تھا اور آٹھ ستمبر کو آخری پیپر تھا۔ لیکن اس سے قبل ہی ۳ ستمبر کو اسے مولیٰ حقیقی نے اپنے پاس بلا لیا جس کی طرف ہم سب کو ایک دن جانا ہے (-) جب بچپن میں نمونیہ ہوا تھا تو عمر ایک سال تقریباً آٹھ ماہ تھی اور جب وفات پائی تو شادی کو تقریباً ایک سال آٹھ ماہ ہونے والے تھے۔ اب سوچتی ہوں اے جانِ مادر اگر معلوم ہوتا کہ تیری ہر نئی زندگی کے آغاز کا یہ دور تیرے لئے جان لیوا ہے۔ تو اپنی زندگی کی قربانی دیتی اگر تیری زندگی بچ سکتی۔ اب تو یہی دعا ہے کہ خدا تعالیٰ تجھے جنت میں جگہ دے اور تیرے ننھے سے بچے کو عمرِ خضر عطا فرمائے اس بچے سے تیری نسل بڑھائے تجھ سے بڑھکر لاکھوں نصیر اس کی ذریت سے پیدا ہوں آمین۔ آخر میں میں اپنے آقا امام جماعت احمدیہ الرابع سے اور تمام بزرگان جماعت درخواست دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ غمِ بیکراں صبر سے برداشت کرنے کی توفیق دے آمین۔

(والدہ ڈاکٹر نصیر احمد شاہد رانا)

سچائی اختیار کرو۔ سچائی اختیار کرو کہ وہ دیکھ رہا ہے۔ کہ تمہارے دل کیسے ہیں۔ کیا انسان اس کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے۔ کیا اس کے آگے بھی مکاریاں پیش جاتی ہیں۔ نہایت بدبخت آدمی اپنے فاسقانہ افعال اس حد تک پہنچاتا ہے کہ گویا خدا نہیں ہے تب وہ ہلاک کیا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی (-) ایسا دل پیدا کرو جو غریب اور مسکین ہو اور بغیر چون و چرا ان کے حکموں کو ماننے والے ہو جاؤ جیسا کہ بچہ اپنی والدہ کی باتوں کو مانتا ہے۔

(حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

بین المملکتی حالات - واقعات - شخصیات

عراق کی فوجوں کی کویت کی طرف پیش قدمی

ایک سینیئر امریکی فوجی عہدیدار نے بتایا ہے کہ عراق کی افواج کے کویت کی طرف بڑھنے کا سلسلہ رک جانے سے امریکی محکمہ دفاع پنٹا گون نے عراق کی طرف امریکی افواج کی روانگی کا سلسلہ ست کر دیا ہے۔ ہم جو کچھ دیکھ رہے تھے اسے ہم پسند نہیں کرتے تھے۔ عراق کے فیصلے سے امریکی افواج کے عراق کے طرف بڑھنے کا سلسلہ ست کر دیا گیا۔ اور سارے معاملے پر نظر ثانی کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ہمارے عزم کا امتحان تھا۔

ایک امریکی فوجی عہدیدار نے جو امریکی وزیر دفاع کے ہمراہ سعودی عرب آیا ہے بتایا کہ تاہم یہ بات ابھی قبل از وقت ہو گی کہ یہ کہا جائے کہ امریکی اپنی فوجیں واپس بلالیں گے۔ یا فوجوں کی روانگی کا سلسلہ بالکل ہی بند کر دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ یہ فیصلے امریکی وزیر دفاع کی سعودی شاہ فہد سے نوے منٹ کی گفتگو میں زیر بحث آئے۔

امریکی فوجیوں کی روانگی کا سلسلہ ست کر دینے کے فیصلے سے امریکی فوجیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ امریکی صدر مسٹر کلنٹن نے کہا کہ ہمیں خوشی ہے کہ عراق نے ہمارا پیغام سمجھ لیا ہے۔ تاہم انہوں نے کہا کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امریکہ اس علاقے کی حفاظت کے بارے میں اپنی ذمہ داریوں سے بے پرواہ ہو جائے۔

امریکی ذرائع نے بتایا ہے کہ اب صرف ۳ عراقی بریگیڈ جن کے فوجیوں کی تعداد ۳۵۰۰ ہے وہ نذیراہ نامی گاؤں کے قریب موجود ہیں۔ ان میں سے ایک یونٹ بھاری اسلحہ سے مسلح ہے اور ان کے پاس ٹینک بھی ہیں۔ ہم اس پر پوری طرح نظر رکھ رہے ہیں۔ یہ بات تشویش کے قابل تو ہے لیکن اس سے کوئی بحران جنم نہیں لیتا۔

اس سے پہلے امریکی وزیر دفاع مسٹر ولیم پیری نے ۱۹ ہزار بہترین امریکی فوجیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی رفتار ست کر دیں۔ تاہم بعض آرمی اور ائر فورس کے یونٹوں کو بدستور الرٹ رہنے کو کہا گیا۔ انہیں کہا گیا کہ وہ خلیج کی طرف بڑھنے کی رفتار ست کر دیں۔ تاہم کسی یونٹ کو بڑھنے کا ارادہ منسوخ کرنے کو نہیں کہا گیا۔

جب یہ بحران عروج پر تھا اس وقت امریکہ نے اپنی مسلح افواج کے ۶۳ ہزار ۵۰۰ سو فوجیوں کو خلیج کی طرف بڑھنے کا حکم دیا تھا تاکہ عراق کے ۱۷ ہزار فوجیوں کا مقابلہ کیا جا سکے جو صدر صدام نے کویت کے بارڈر کی طرف روانہ کئے تھے۔

بغداد میں صدر صدام حسین نے یہ پیشکش کی کہ وہ کویت کا اقتدار اعلیٰ تسلیم کرنے کو تیار ہے بشرطیکہ اقوام متحدہ اس پر عائد شدہ پابندیاں چھ ماہ بعد نرم کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ اقوام متحدہ اور امریکہ نے بار بار یہ کہا ہے کہ پابندیاں ختم ہونے سے پہلے عراق کو تمام شرائط پر پوری طرح عمل کرنا ہو گا۔

جمعرات کے روز امریکہ نے یونان کے ایک آئل ٹینکر کو پکڑ لیا جس کے بارے میں شبہ تھا کہ وہ عراق کا تیل لے کر جا رہا ہے جو اقوام متحدہ کی پابندیوں کی خلاف ورزی تھی۔

☆○☆

نوبل انعام یافتہ پر تنقید

اسرائیل کے وزیر اعظم مسٹر رابن اور فلسطینی تنظیم آزادی کے سربراہ مسٹر یاسر عرفات کو مشترکہ طور پر جو نوبل انعام برائے امن دیا گیا ہے اس پر بعض نقادوں نے تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اعلیٰ انعام امن کی بجائے سیاست کے لئے وقف کر دیا گیا ہے۔ نوبل امن کمیٹی کے ایک رکن نے استعفیٰ دینے کی بھی دھمکی دے دی ہے۔ کئی یہودی تنظیمیں مسٹر یاسر عرفات کو دہشت گرد قرار دیتی ہیں۔ حالانکہ وہ گزشتہ سال ستمبر میں واشنگٹن میں اسرائیلی وزیر اعظم کے ساتھ امن معاہدہ پر دستخط کر چکے ہیں۔

اس فیصلے کے ایک ناقد نے کہا کہ اس کا یہ مطلب ہوا کہ اگر عراق کے صدر صدام حسین کویت کے ساتھ امن مذاکرات کرنے کا یکایک فیصلہ کر لیں تو ان کو بھی نوبل امن انعام حاصل کرنے لئے اوسلو (ناروے) آنے کی دعوت دے دی جائے گی۔

ایک سویڈش اخبار نے لکھا ہے کہ ۹ لاکھ ۳۰ ہزار ڈالر کی مالیت کے امن پرائز کو سیاست کی نذر ہونے سے بچایا جائے۔ اخبار نے سوال کیا کہ نوبل امن کمیٹی کس کو اعزاز دے رہی ہے۔ امن کے لئے کسی کی عمر بھر کی جدوجہد کو نہیں سوچا جا رہا۔ اور اچانک جب کوئی شخص جنگ کو چھوڑ کر امن کی راہ اختیار کر لے تو اسے انعام دے دیا جاتا ہے۔

۱۹۸۹ء کے بعد سے امن کا یہ انعام سیاسی شخصیات کو دیا جاتا ہے۔ گزشتہ سال جنوبی افریقہ کے رہنما نیلسن منڈیلا اور جنوبی افریقہ کے صدر ڈی کلارک کو یہ انعام دیا گیا اس سے قبل سوویت یونین کے صدر مسٹر گورباچوف کو اس اعزاز سے نوازا گیا۔ یہ تمام فیصلے متنازعہ قرار دیئے گئے۔

نوبل امن کمیٹی کے سیکرٹری نے پرائز دیئے جانے کے فیصلے کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ روایتی طور پر یہ انعام سرگرم سیاست دانوں کو دیا جاتا رہا ہے۔ جیسا کہ ۱۹۰۶ء میں امریکی صدر مسٹر روز ویلٹ کو یہ اعزاز دیا گیا تھا۔ اور جب سے انعام دیا جا رہا ہے ایسا ہی ہوتا آ رہا ہے۔ مسٹر تھیوڈور روز ویلٹ انعام حاصل کرنے کے وقت امریکہ کے صدر تھے اور انہوں نے امریکہ سپین کی جنگ کے دوران ہیرو کا خطاب پایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس سے پہلے کئی انعام حاصل کرنے والے وہ تھے جن کا ماضی تاریک تھا۔ لیکن جب انہوں نے امن کی راہ اپنا کر اپنی پالیسی تبدیل کر لی تو وہ انعام کے حقدار قرار پا گئے۔

سویڈن کے رہنے والے الفریڈ نوبل نے ڈائنامیٹ (بارود) ایجاد کیا تھا۔ اس نے ۱۸۹۵ء میں اپنی وصیت میں نوبل انعام دینے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ حالیہ امن انعام اوسلو میں دیا جائے گا۔ جبکہ معاشیات۔ سائنس اور لٹریچر میں دیا جانے والے انعام سٹاک ہام میں دیا جائے گا۔ یہ انعام دس دسمبر کو مسٹر نوبل کی برسی کے موقع پر دیئے جائیں گے۔

☆○☆

عراق پر پابندیوں کے اثرات

عراقیوں کا کہنا ہے کہ چار سال سے جاری اقتصادی پابندیوں نے ان پر گہرے تکلیف دہ اثرات مرتب کر دیئے ہیں۔ مثال کے طور پر میڈیکل کی اشیاء کی سپلائی پر پابندی کی وجہ سے دانت کا علاج کروانے والے شدید تکلیف برداشت کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ بیہوشی کا سامان موجود نہیں۔ پہلے ہی وسائل کی کمی کی وجہ سے ایسے لوگوں کو دو دو ماہ کے بعد اپائنٹمنٹ ملتی ہے۔

اقوام متحدہ نے چار سال قبل عراق پر اس وقت شدید ترین اقتصادی پابندیاں عائد کی تھیں جب اس نے کویت پر حملہ کیا تھا۔ عام اشیاء کی درآمد برآمد پر پابندی ہے۔ اگرچہ کھانے پینے اور ادویہ کی درآمد پر پابندی نہیں ہے لیکن جب تک عراق اپنا تیل نہ بیچے اس کے پاس ایسی اشیاء کی درآمد پر خرچ کرنے کے لئے رقم ہی موجود نہیں ہے۔ ایک وقت میں اقوام متحدہ نے عراق کو ایک ارب ساٹھ کروڑ ڈالر کا تیل برآمد کرنے کی اجازت اس شرط پر دی تھی کہ اس میں سے بڑا حصہ تاوان جنگ کی ادائیگی پر خرچ کیا جائے اور باقی رقم سے صرف کھانے پینے کی اشیاء منگوائی جائیں۔ عراق نے اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ پھر انسانی ہمدردی پر خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں بچے گا۔

عراق نے کہا ہے کہ اس نے اقوام متحدہ کی تمام شرائط پوری کر دی ہیں جن میں تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی تباہی اور وسیع پیمانے پر ہتھیاروں کی تیاری کی نگرانی کا عمل شامل ہے اس لئے اب اس پر سے پابندیاں ختم کر دی جائیں۔

حال ہی میں عراق نے کویت کی بارڈر کی طرف جو اپنی فوجیں روانہ کی تھیں وہ بھی اس معاملے پر عالمی توجہ حاصل کرنے کا ایک طریق تھا۔

عراق کی بعث پارٹی کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا کہ ہم نے چار سال تک یہ پابندیاں برداشت کرنا سیکھ لیا ہے اور اب ہم اس کو غیر معینہ عرصہ تک بھی برداشت کر سکتے ہیں۔

ایک پھول کسی گھر میں لگا ہوا ہو تو تمام گھر کے افراد کو اس کے وجود کا احساس ہو جاتا ہے۔ اور ہر شخص کے ناک میں جب ہوا داخل ہوتی ہے تو فوراً سمجھ جاتا ہے کہ گھر میں گلاب لگا ہوا ہے یا موتیا لگا ہوا ہے۔ یا چنبیلی کا پودا لگا ہوا ہے۔ تو زندگی کے آثار ہونے ضروری ہیں۔ ان آثار کے بغیر کوئی شخص زندہ نہیں کہلا سکتا۔ چاہے بظاہر وہ زندہ ہی دکھائی دے۔ جب کوئی شخص اس دنیا میں آتا ہے تو اسے دنیا میں اپنی زندگی کا کوئی ثبوت دینا چاہئے اور ایسے نقوش چھوڑنے چاہئیں جن سے دنیا اس کی زندگی کا احساس کر سکے۔ اور اسے معلوم ہو کہ اس دنیا میں فلاں شخص آیا تھا اور اس نے فلاں فلاں کام کیا تھا۔ پس کام کرنے والی جماعت وہ نہیں ہو سکتی جو چند رپورٹیں شائع کر دے بلکہ کام کرنے والی جماعت وہ کہلا سکتی ہے کہ جب کوئی غیر شخص قادیان میں آئے تو بغیر اس کے کہ کوئی اسے بتائے کہ یہاں خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کی جماعتیں ہیں اسے خود بخود محسوس ہونے لگے کہ یہاں کوئی کام کرنے والی جماعت موجود ہے۔ جب کوئی لاہور میں جائے یا امرتسر میں جائے یا اور کسی شہر میں جائے تو اس شہر میں داخل ہوتے ہی اسے یہ محسوس ہونے لگ جائے کہ وہ کسی ایسے شہر میں آیا ہے جہاں کوئی نمایاں کام کرنے والی زندہ جماعت موجود ہے مگر جہاں جا کر یہ پتہ نہ چلے اور دوسروں کو خود اس بات کی ضرورت محسوس ہو کہ وہ اسے بتائیں کہ یہاں انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کی جماعت ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ لوگ مردہ ہیں اور اپنے اندر زندگی کے کوئی آثار نہیں رکھتے۔ یہ چیز ہے جو میں انصار اللہ میں پیدا کرنی چاہتا ہوں۔

(از خطبہ فرمودہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۳ء)

یادرفتگان

مکرم شیخ مشتاق احمد صاحب

ثریا نذیر

جماعت احمدیہ میں آج بھی ایسی شخصیات ہیں۔ جو "سختی" آزمائش اور صبر آزما دور میں اپنا قیمتی وقت' مال اور جسم وجان حقیقی معنوں میں احمدیت کی خاطر وقف کرنے والی ہیں۔ ایسی شخصیات کے زندگی کے چراغ کو جب وقت کی بے درد آندھی بجھا دیتی ہے۔ تو ہر آنکھ اشکبار ہو جاتی ہے۔

۸۱-۱۹۸۰ء میں میرے دو بھائی شیخ ناصر احمد اور شیخ مظفر احمد عین جوانی کے عالم میں اچانک حرکت قلب بند ہو جانے پر بعمر (۳۱' ۳۲ سال) مالک حقیقی سے جا ملے۔

ابھی ان کا غم ہمارے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ کہ ایک اور غموں کا پہاڑ ہم پر ٹوٹ پڑا۔

۲۔ اگست کو میرے بڑے بھائی کو خوراک کی نالی کے سکڑنے کے باعث تکلیف شروع ہوئی۔ پشاور چیک اپ کے لئے گئے۔ تو انہوں نے کہا۔ راولپنڈی ڈاکٹر محمود الحسن صاحب کے پاس چلے جائیں بھیا بہت ہی صابر اور ہمت والے تھے۔ بیماری کو بڑے حوصلے اور جرات کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ جب ان کو راولپنڈی ہسپتال لے جانے لگے۔ تو اتنی تکلیف کے باوجود اپنے قدموں سے چل کر باہر گاڑی تک گئے۔ سب کو بڑے حوصلے سے اور مسکراتے ہوئے خدا حافظ کہا۔

ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔ کہ دو ہفتے بعد ان کی لاش گھر آجائے گی۔ ان کا وجود ہم سب کے لئے ٹھنڈی چھاؤں کی مانند تھا۔ جس کے سائے میں ہم دنیا کے ہر غم سے بے نیاز زندگی کی پر پیچ راہوں پر گامزن تھے۔ ان کی موجودگی میں کوئی دکھ ہمیں محسوس نہ ہوا۔ انہوں نے والدین کی کمی محسوس نہ ہونے دی وہ سب سے بڑے بھائی تھے۔ والدین کا پیار دیا۔ سب بہن بھائیوں کو سمیٹ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ جماعت اور خاندان حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ سے آپ کو والہانہ عشق تھا۔ ان گنت صفات حسنہ کے مالک تھے۔

ملنے والوں کا حلقہ وسیع تھا۔ ہر ایک کے دکھ درد میں شریک ہوتے۔ قدرت نے ہمدردی کا وافر حصہ عطا کیا تھا۔ کسی کو تکلیف میں دیکھتے۔ تو اپنی تکلیف کو بھول کر ان کے لئے خاص دعا کرتے۔ اور ان کی حتی الوسع مدد کرتے۔ مہمان نوازی کا وصف اعلیٰ تھا۔ عزیز و اقارب کی تشریف آوری پر مسرت محسوس کرتے۔ مرکز سے جو بھی مہمان آتا۔ اسے اپنے گھر ٹھہراتے۔ اور خوب آؤ بھگت کرتے۔ کہتے یہ میرے حضرت صاحب کا مہمان ہے۔ ہمارے لئے نہایت محترم ہے۔

اپنے مدبرانہ فیصلوں اور باصلاحیت کاموں کی وجہ سے خاندان اور جماعت میں بے حد مقبول تھے۔ بے حد بارعب اور نڈر شخصیت تھے۔ دور ابتلا کے طویل عرصہ میں ذرہ بھر بھی پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ پیارے بھیا کو اللہ میاں نے اتنی ذہانت اور سمجھ دے رکھی تھی۔ کہ بڑے بڑے مسئلے حل کر دیا کرتے تھے۔ بہترین قوت فیصلہ تھی۔ کئی غریب خاندانوں کو اپنے پیروں پر کھڑا کیا۔ جس کو ضرورت ہوتی مالی مدد کرتے۔ تو کسی کو مشوروں سے نواز کر صدقات دیتے تھے۔

دینی غیرت کوٹ کوٹ بھری ہوئی تھی۔ انداز گفتگو انتہا دلنشیں تھا۔ کہ مخاطب کا دل موہ لیتے تھے۔ اگرچہ معمولی تعلیم یافتہ تھے۔ مگر بلا کا علم تھا۔ ۱۹۸۴ء کے ہنگاموں کے بعد مسلسل آٹھ سال تک تکلیفیں سہتے رہے۔ ان کا بازار میں نکلنا بند کر دیا گیا مگر آفرین ہے احمدیت کے اس شیدائی پر اللہ اپنی رحمت کرے۔ آفرین ہے ایسی ماں پر۔ جس نے ایسے سپوت کو جنم دیا۔

والدہ صاحبہ بھی احمدیت کی سچی فدائی تھیں۔ سچی بشارتوں سے احمدیت قبول کی۔ ۱۹۶۵ء میں خواب میں دیکھا۔ ایک بزرگ شخصیت چلتی ہوئی ٹرین کے دروازے پر کھڑے سر پر رومال لئے ہمیں دو انگلیوں سے ٹھہرنے کا اشارہ کر رہے ہیں۔ صبح یہ رویاء امی نے ابا جی کو سنائی۔ دوسرے دن ربوہ سے حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی کے وصال کی اندوہناک خبر سنی گئی۔ ابا والدہ صاحبہ کو بھی ساتھ ربوہ لے گئے تھے۔ امی نے جب حضرت صاحب کو دیکھا۔ تو آپ کی زیارت کرتے ہی بولیں۔ یہ تو وہی بزرگ ہیں۔

آپ اس وقت وفور محبت سے کانپ رہی تھیں۔ ان پر شادی مرگ کی سی کیفیت طاری تھی۔ اور اس کے بعد خدا کے خاص فضل و کرم سے باغ احمدیت کا ایک خوشبودار پھول بن گئیں۔ درثمین کلام محمود کے شعر اکثر گنگنایا کرتی تھیں۔ احمدیت سے سچا لگاؤ تھا۔ یہی جذبہ بچوں میں بھی تھا۔

پیارے بھیا کو اسیر راہ مولا ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اس دور ابتلا میں بھی ان کا کردار مثالی تھا۔ جیل میں قیدیوں کا بے حد خیال رکھتے۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ جیل میں سخت گرمی ہوتی تھی۔ میرے بھیا نے اپنی دوکان سے کئی پنکھے منگوا کر ان قیدیوں کے لئے جیل میں لگوا دیئے۔ پانی کی سخت قلت تھی۔ جیل میں ان کے لئے نلکے لگوا دیئے۔ سبھی جیل میں آپ سے بے حد متاثر تھے۔ لوگ کہتے۔ یا اللہ یہ کیسے لوگ ہیں۔ ہم لوگوں پر اتنے مہربان ہیں۔ ان لوگوں کو کیوں قید کر رکھا ہے۔ جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کا اتنا خیال رکھتے ہیں۔

جیل میں بھی نماز کا اہتمام کرتے۔ آخر کار انہیں پشاور جیل منتقل کر دیا گیا۔ پشاور پولیس سپرنٹنڈنٹ کو ہدایت کی۔ کہ انہیں پھانسی کی کوٹھڑی میں رکھا جائے۔ لہذا پھانسی کی کوٹھڑی میں مقامی امیر صاحب مربی صاحب میجر اکبر صاحب اور بھیا تھے۔ یہاں سخت ناگفتہ بہ حالت تھی۔ مگر ان عاشقان نے یہ سختیاں بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔

پیارے بھیا دس سال تک ضلع مردان کے قائد رہے۔ آپ کی قیادت کا دور جماعت مردان کے لئے مثالی دور تھا۔ مختلف اوقات میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ خدمت دین بڑے احسن طریقے سے بجالاتے رہے۔ اب بھی سیکرٹری امور عامہ مردان تھے۔ اکثر یہ اشعار گنگناتے رہتے۔

جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کندن ہو کے نکلتا ہے
تم گالیوں سے یوں ڈرتے ہو دل جلتے ہیں جل جانے دو

آپ نہایت شفیق باپ' بہترین شوہر اور ایک ہمدرد بھائی تھے۔ ہم سب بہن بھائیوں میں بڑے تھے۔ یوں لگتا ہے۔ آج ہم پھر سے یتیم ہو گئے ہیں۔

یتیم بھتیجے بھتیجیوں کی نگرانی کرنے والے آج اپنے پیارے بچوں کو یتیم کر گئے۔ اپنے دو بیٹوں اور پانچ بیٹیوں کو محض اپنے مولا کے سپرد کر گئے۔ اب تو۔

تری بخشش کے لئے دل سے نکلتی ہے دعا
تجھ پر اپنے فضل کی بارش کرے میرا خدا

جماعت کے تمام بزرگوں بہن اور بھائیوں کی خدمت میں درخواست دعا ہے۔ اے میرے مولا کریم میرے پیارے بھائی کی بخشش فرما۔ اور ہم سب بہن بھائیوں اور ان کے بیوی بچوں کو اس عظیم غم کو برداشت کرنے کی ہمت دیتے ہوئے صبر واستقامت دے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تحریک جدید اور لجنات

○ ۳۱۔ اکتوبر کو تحریک جدید کا مالی سال ختم ہو رہا ہے۔ امید ہے لجنات ٹارگٹ کے مطابق سو فیصد ادائیگی کی طرف پوری توجہ دے رہی ہوں گی۔

۲۸۔ اکتوبر بروز جمعۃ المبارک یوم تحریک جدید منانے کا بھی اہتمام کریں۔ اس دن مطالبات تحریک جدید اور اس بابرکت تحریک کے ذریعہ جماعت پر نازل ہونے والے افضال اور انعامات کا خصوصی ذکر کیا جائے۔ خدا تعالیٰ آپ کی مساعی کو بابرکت کرے۔

(سیکرٹری تحریک جدید لجنہ پاکستان)

اطلاعات و اعلانات

بازیافتہ عینک

○ ایک عدد نظر کی عینک فضل عمر ہسپتال کے قریب سے ملی ہے۔ جس کی ہو وہ میموریل فوٹو سروس گولبازار ربوہ سے حاصل کریں۔

گمشدہ گھڑی

○ ایک عدد گھڑی SEIKO-S نماز فجر کے وقت بیت الاقصیٰ میں دو تین روز قبل وضو کرنے کے لئے اتار کر رکھی گئی جس دوست کو ملی ہو محترم صدر عمومی صاحب ربوہ کے دفتر پہنچا دیں۔

عطیہ خون
خدمت بھی
عبادت بھی
(ایڈیشنل ناظم خدمت خلق۔ ربوہ)

ادویات حیوانات

ویٹرنری ڈاکٹرز اور سٹورز فری سیمپلز براہ راست ہمیں خط لکھ کر منگوائیں۔

منہ کھر، گل گھوٹو، تھنوں کی خرابی (سوزش ناڑ، گلٹی)، اخراج رحم (اوانس نکالنا) زہر باد دودھ کی کمی، ٹک، بندش، سرکن، اپھارہ، بانجھ پن اور واہ وغیرہ کیلئے بفضلہ تعالیٰ مؤثر ادویات اور لٹریچر مندرجہ ذیل سٹاکسٹس سے حاصل کریں۔

- اٹک: شفیق ویٹرنری کلینک نزد ملٹری ڈیری فارم چھوٹی روڈ
- چکوال: نیو پنجاب ویٹرنری میڈیسن سٹور القادر مارکیٹ
- راولپنڈی: عظیمیہ [illegible] ہسپتال روڈ
- رحیم یار خان: جرمن ہومیو سٹور بانو بازار
- سرائے عالمگیر: ڈاکٹر سید طفیل حسین شفاخانہ حیوانات
- فیصل آباد: شادی میڈیکوز گول چینیوٹ بازار
- کنری: راجہ میڈیکل سٹور
- قائد آباد: مبارک دواخانہ مین بازار
- لاہور: پاکستان میڈیکوز [illegible]
- لیاقت پور: رحمن میڈیکل سٹور [illegible] منڈی
- ملتان: شبیر میڈیکل ہال حسین آگاہی روڈ

کیور ٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو کمپنی) گولبازار ربوہ
فون: 04524-771 / 04524-211283 فیکس: 524-212299

خبریں

ربوہ : 18 اکتوبر۔1994ء
موسم بتدریج سردی کی طرف مائل ہے
درجہ حرارت کم از کم 17 درجے سنٹی گریڈ
زیادہ سے زیادہ 31 درجے سنٹی گریڈ

○ کراچی میں تشدد کے واقعات میں ایم کیو ایم کے ۶۔ کارکنوں سمیت ۱۰۔ افراد ہلاک ہو گئے۔ ایم کیو ایم حقیقی اور الطاف گروپ کے تین تین حامیوں کی چھلنی لاشیں مختلف علاقوں سے پولیس کو ملیں۔ پولیس پر بھی حملے کئے گئے جس سے ایک کانسٹیبل ہلاک اور ۲۔ اہلکار زخمی ہو گئے۔ شاہ فیصل کالونی اور کورنگی میں پولیس کا گشت بڑھا دیا گیا۔ بعض ہلاک ہونے والوں کو پہلے اغوا کیا گیا۔ آنکھوں پر پٹیاں تھیں اور ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ الفلاح تھانہ پر کار سواروں نے فائرنگ کی۔ اور ایم کیو ایم کے کارکنوں کی تدفین کے موقع پر سخت کشیدگی پھیل گئی۔ ایک شخص کا سر کچل دیا گیا۔ ۱۴۔ افراد زخمی ہوئے۔

○ لاہور میں تین شہری ڈاکوؤں کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے۔ تین گھرانوں کا سامان لوٹ لیا گیا۔ سانده میں ایک شخص سے اڑھائی لاکھ روپے، نشتر کالونی کے نواحی موضع میں، اور مغلپورہ میں وارداتیں ہوئیں۔

○ وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ ہم ملک کو معاشی و مالی بحران سے بچانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ہم نے ایک مستحکم مستقبل کی بنیاد رکھ دی ہے۔ بجٹ کا خسارہ آٹھ فیصد سے کم ہو کر ۵ء۸ فیصد رہ گیا ہے زر مبادلہ کے ذخائر ۳۔ ارب ڈالر تک پہنچ گئے ہیں۔ افراط زر میں اضافہ کا رجحان رک گیا ہے۔ وعدہ کرتی ہوں کہ رواں سال میں مہنگائی پر قابو پا لیا جائے گا۔

○ مرتضیٰ بھٹو نے کہا ہے کہ اپوزیشن کی تحریک ایسے ہے جیسے ایک چور دوسرے چور کو کہے کہ مجھے بھی مال اکٹھا کرنے دو۔ انہوں نے کہا کہ میری اور بے نظیر کی کوئی صلح نہیں ہوئی لوگ خوامخواہ افواہیں اڑا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نواز شریف کی جیلیں توڑنے اور کوڑے لگوانے کی بات "سیاسی جہالت" ہے۔

○ نواب اکبر بگتی نے کہا ہے کہ حکومت کے خاتمے کا فیصلہ نواز شریف نہیں بلکہ عوام کریں گے۔ نواز شریف صحیح انداز میں حکومت پر دباؤ ڈال رہے ہیں۔ تعطل نہ آیا تو کامیاب ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پارلیمنٹ میں تاریخ اپنے آپ کو دوہرائے گی اب "گولغاری گو" ہو گا۔

○ تین بار ملتوی ہونے والی مردم شماری ۱۸۔ اکتوبر سے شروع ہو رہی ہے۔ ۲۰۔ اکتوبر تک گھروں کی فہرستیں تیار ہوں گی۔ ۲۳۔ اکتوبر سے یکم نومبر تک مردم شماری اور خانہ شماری ہو گی۔

○ وہاڑی میں مسلح موٹر سائیکل سواروں نے سپاہ صحابہ کے رہنما کو ہلاک کر دیا۔ مولانا یوسف نماز کے لئے مسجد جا رہے تھے کہ ان پر فائرنگ کی گئی۔ سپاہ صحابہ کے مولانا فاروقی نے کہا ہے کہ کوئی خفیہ ہاتھ سرگرم ہے آئندہ کسی کارکن پر تشدد ہوا تو مقدمہ درج نہیں کرائیں گے خود بدلہ لیں گے۔

○ اتفاق فونڈری سے ۳۔ کروڑ ۳۶۔ لاکھ روپے کے قرضے کی وصولی جولائی ۱۹۹۴ء تک ہونی تھی۔ قرضہ وصول نہ ہونے پر یہ کیس بینکنگ ٹربیونل کو بھیج دیا گیا ہے۔

○ پاکستان شوگر ملز ایسوسی ایشن نے کہا ہے کہ اگر حکومت نے چینی کے بارے میں اپنی پالیسی واضح نہ کی تو اس سال گنے کے کرشنگ سیزن کا آغاز نہ ہو سکے گا اور کاشتکاروں کا ۸۔ ارب روپے کا گنا ضائع ہو جائے گا۔ انہوں نے حکومت کو پیشکش کی کہ وہ گنے کے ۶۵۔ کارخانوں کا انتظام خود سنبھال لے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت کارخانوں میں ۴۔ ارب روپے کی چینی موجود ہے۔

○ کواپریٹو متاثرین کے ریلیف پیکیج پر عمل درآمد تیز کرنے کے لئے کمیٹی قائم کر دی گئی ہے۔

○ اپوزیشن لیڈر چوہدری شجاعت حسین نے کہا ہے کہ نواز شریف کو جنرل اسمبلی میں خطاب کی دعوت محض ڈرامہ ہے۔ اس صورت میں حکومت اپنی ناکامی کی ذمہ داری ان پر تھوپ دیتی۔

○ یورپی ممالک نے اقوام متحدہ کی کشمیر قراردادوں میں ترمیم کی تجویز پیش کی ہے۔ اس صورت میں اقوام متحدہ کی قراردادیں ایک بار پھر دنیا کی توجہ کا مرکز بن جائیں گی اور عالمی برادری رائے شماری کرانے کے سلسلے میں اپنا کردار موثر طور پر ادا کر سکے گی۔

○ اپوزیشن نے پنجاب اسمبلی کا اجلاس بلانے کی ریکوزیشن سپیکر کو بھجوا دی ہے ساتھ دو نکاتی ایجنڈا بھی دیا گیا ہے۔

○ چوہدری شجاعت حسین نے بتایا ہے کہ حکومت نے جنرل اسمبلی میں مسئلہ کشمیر پر قراردادیں پیش کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مسئلہ کشمیر پر حکومت کو خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہو رہی۔ انہوں نے کہا کہ نواز شریف کی دعوت پر بے نظیر نے بھی انسانی حقوق کانفرنس میں جانے سے انکار کر دیا تھا۔

○ وزیر خارجہ سردار آصف احمد علی نے کہا ہے کہ اپوزیشن کے ایجی ٹیشن سے ایف سولہ طیاروں پر مذاکرات دو سال کے لئے موخر ہو گئے ہیں۔ جس سے ملک کو زبردست نقصان پہنچا ہے۔

○ فیصل آباد میں بھی سپاہ صحابہ کے ایک سرگرم نوجوان کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا تحریک جعفریہ نے کہا ہے کہ مقتول نے مولانا نجفی پر حملہ کیا اور باڈی گارڈز کی جوابی فائرنگ سے ہلاک ہو گیا۔

ضرورت خادمہ
مجھے اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت کے لئے ایک خادمہ کی ضرورت ہے۔
خادمہ کو کھانے کے علاوہ رہائش کیلئے کوارٹر فری دیا جائے گا۔
ریاض احمد سرگانہ ولد مہر عاشق محمد
سرگانہ سٹیل ورکس
کالج روڈ - ربوہ

فوری ضرورت برائے تجربہ کار اکاؤنٹنٹ
ہماری کمپنی کو کسی لمیٹڈ فرم (صنعتی ادارے) کا تجربہ رکھنے والے ایسے اکاؤنٹنٹ کی ضرورت ہے جو کہ مندرجہ ذیل امور کو اچھے طریقے سے چلا سکے۔
۱۔ کمپنی کے کاروبار کی (DAILY BUSINESS PROFIT AND LOSS STATEMENT) تیار کر سکے
۲۔ ورکرز کی تنخواہوں اور اوور ٹائم وغیرہ سے اچھی واقفیت ہو ۳۔ COST AND TAX سے اچھی واقفیت ہو۔ (نوٹ: تنخواہ اور دیگر مراعات تجربہ کی بناء پر بالمشافہ طے کی جائیں گی)
اپنے علاقہ کے صدر صاحب محلہ کی تصدیق شدہ درخواست اور دستاویزات وغیرہ کے ساتھ مورخہ 21/10/94 جمعہ اور 22/10/94 ہفتہ کو بوقت صبح ۹ بجے سے 12 بجے تک مندرجہ ذیل پتہ پر ملیں۔
وارثیر کیمیکلز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کہکشاں کالونی ربوہ فون فیکٹری؛
04524-615

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ہمارا شعار
• خدمت • دیانت • امانت
مکانات۔ پلاٹ۔ دوکانات و دیگر سکنی اور زرعی اراضی کی خرید و فروخت کیلئے آپ کا بہترین انتخاب
چوہدری اسٹیٹ ایجنسی
کمیٹی مارکیٹ اقصیٰ روڈ ربوہ
فون: 212379

پتہ